Tauseeq, Volume. 7, Issue. 1
ISSN (P) 2790-9271   (E) 2790-928X
DOI: https://doi.org/10.37605/tauseeq.v7i1.3

Received: 21-06-2026
Accepted: 25-06-2026
Published: 30-06-2026

سعید اشعر کی غزلیات میں علم بدیع کا فنکارانہ استعمال

The artistic use of innovative knowledge in Saeed Ashar's ghazals

* ڈاکٹر سلمیٰ
لیکچرر، شہید بے نظیر بھٹو وومن یونی ورسٹی پشاور

کائنات گل

ایم فل اسکالر، شہید بے نظیر بھٹو وومن یونی ورسٹی پشاور

Abstract:

Saeed Ashar, who belongs to Haripur, represents a significant voice in contemporary Urdu poetry. His poetry reflects a harmonious blend of classical tradition and modern sensibility, demonstrating a deep awareness of both literary heritage and evolving intellectual trends. Drawing extensively on the principles of 'Ilm al-Badi' (the science of literary embellishment), he skillfully shapes his ideas into an aesthetically refined and intellectually engaging form.

* ڈاکٹر سلمیٰ،   لیکچرر، شہید بے نظیر بھٹو وومن یونی ورسٹی پشاور
کائنات گل،   ایم فل اسکالر، شہید بے نظیر بھٹو وومن یونی ورسٹی پشاور

His poetic expression is marked by simplicity in language coupled with depth of thought and emotional intensity. While his verses appear fluent and accessible on the surface, they contain multiple layers of meaning and a subtle symbolic framework. By employing rhetorical and stylistic devices with balance, precision, and artistic elegance, he enhances the beauty, rhythm, and impact of his ghazals. Through a creative fusion of tradition and innovation, Saeed Sahar has established a distinct artistic and intellectual identity in Urdu poetry.

Keywords: Saeed Ashar's ghazliyat, elm al badi, poetic devices, rhythm

بدیع محض معنی و مفہوم کی ترسیل کا نام نہیں بلکہ اس ترسیل کو فنکارانہ قالب میں ڈھال کر اس طرح پیش کرنا ہے جو قاری یا سامع کو اپنی گرفت میں لے کر اس کے دل و دماغ پر ایک گہرا اثر چھوڑ دیتا ہے۔ علم بدیع میں دراصل الفاظ کو اس انداز سے برتا جاتا ہے جو نہ صرف صوتی طور پر خوش آہنگ ہو بلکہ اس میں معنی خیزی بھی بھرپور طریقے سے موجود ہو۔ جہاں الفاظ میں پوشیدہ کیفیتیں رعنائیت اور موسیقیت کا لبادہ اوڑھ کر قاری کے دل میں گھر کریں۔ پروفیسر ڈاکٹر مزمل حسین کے بقول:

"علم بدیع "اپنے معنی کے مصداق کلام میں اچھوتا پن اور نادرہ کاری کا باعث بنتا ہے۔"(۱)

سعید اشعر کی غزل گوئی بیان و بدیع کے علم کی روشنی میں ایک بھرپور تخلیقی اظہار کے طور پر نظر آتی ہے۔ ان کی شاعری میں روایت پسندی اور جدت طرازی، قدیم اسلوب اور نئے فکری میلانات ایک دلکش آمیزش کے ساتھ نظر آتے ہیں جو اردو شاعری کی روایت کے تسلسل کو ایک نیا روپ دیتا ہے۔ علم بدیع کی جہت سے دیکھیں تو سعید اشعر کا کلام صناعات لفظی و معنوی دونوں کے استعمال کا خوبصورت پیکر ہے۔ مختلف لفظی و معنوی صنعتوں کے استعمال سے انہوں نے کلام کی جمالیاتی سطح کو یوں اجاگر کیا ہے جہاں لفظ و معنی ہم آہنگ ہو کر جذبے و خیال کو ایک حسی اور فکری گہرائی عطا کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ نغمگی، ترنم اور تحیر کی کیفیت بھی پیدا ہوتی ہے۔

سعید اشعر کے ہاں بدیع کا استعمال محض فنکارانہ غرض سے نہیں کیا گیا ہے بلکہ ان کے کلام میں حسیات کے تجربے بھی نمایاں ہیں۔ ان کا کلام معنویت اور صوتی لطافت کی آمیزش کا حسین امتزاج ہے جو جمالیاتی اور وجدانی سرشاری میں مبتلا کر دیتا ہے۔ سعید اشعر کی شاعری میں ایک خاص فکری تنوع اور معنویت موجود ہے جو لفظی خوبصورتی، فکری گہرائی اور معنی کی تہہ در تہہ دنیا سے آشنا کراتی ہے۔ ان کا کلام محض خیال آرائی نہیں بلکہ شعوری اور تخلیقی ادراک کی مثال ہے جو قاری کو گہرے فکری تجربے میں لے جاتا ہے اور اسے اپنی ذات کے

اندر جھانکنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ان کے ہاں لفظی و معنوی صنائع کی مختلف شاخیں یعنی تکرار، تضاد، حسنِ تعلیل، تجنیس، سیاق الاعداد، تلمیح، مراعات النظیر و تجاہل عارفانہ اس تخلیقی انداز سے برتے گئے ہیں جو لطف سخن کو دو بالا کر دیتے ہیں اور پڑھنے والے کے دل کو چھو کر اس کے حسِ جمال کو بیدار کرتا ہے۔ نتیجتاً کلام فہم کے دائرے سے نکل کر فن کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

علم بیان کے مقابلے میں علم بدیع زیادہ فنی چابکدستی، ہنر مندی اور مہارت کا ثبوت مانگتی ہے۔ یہ وسیع علم کئی شاخوں اور اقسام پر مشتمل ہے۔ صنائع لفظی یہ وہ فنی خوبیاں ہیں جو الفاظ کے تلفظ اور ظاہری ساخت سے پیدا ہوتی ہیں یعنی الفاظ کی صوتی ترتیب اور ادائیگی سے کلام میں آہنگ، موسیقیت یا نغمگی جیسے مخصوص تاثرات کا پیدا ہونا صنائع لفظی کے زمرے میں آتا ہے۔ اس کا تعلق الفاظ کے صوتی تاثر سے ہوتا ہے۔ ان مختلف صنعتوں کے استعمال سے کلام میں نرمی، روانی، ردھم اور خوش آوازی پیدا ہوتی ہے۔ جو سننے اور پڑھنے والے پر ایک خوشگوار اثر چھوڑتا ہے۔ سعید اشعر اپنی غزلیات میں ان لفظی صنائع کا جا بہ جا استعمال کرتے ہیں اور فنی پختگی کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔

تجنیس ''جنس'' سے ماخوذ ہے جس کے معنی نوع یا قسم کے ہیں۔ شاعر جب کلام میں دو ایسے الفاظ لاتا ہے جس کی املا ایک جیسی ہو لیکن معانی مختلف ہو اسے صنعت تجنیس کہتے ہیں۔ الفاظ کی ظاہری ساخت کی یکسانیت اور معنوی ساخت کا تضاد شعر کی معنویت کو جلا بخشتی ہے۔ یہ صنعت اسی لفظی ساخت اور معنی خیز تضاد کا بیان کرتی ہے جو قاری کی محظوظی کا سامان مہیا کرتی ہے۔ مختلف ماہرینِ بلاغت نے اس کی مختلف اقسام بیان کی ہیں۔ سعید اشعر کے ہاں اس کی متعدد اقسام کا استعمال دیکھنے کو ملتے ہیں جو ان کی کاریگری کو ظاہر کرتی ہے۔ شعر میں دو ایک ہی نوع کے ایسے الفاظ لانا جن میں ایک حرف کا امتیاز ہو اور دونوں کا مخرج بھی بعید ہو۔ سعید اشعر کی غزلیات میں تجنیس کی اس قسم کی مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں۔

وہی مجھ میں کہی مستور ہو گا
رگوں میں نور کا دستور ہو گا (۲)

ہر شخص کی حالت تو یہی ہونے لگی ہے
جیسا وہ نظر آتا ہے ویسا نہیں ہوتا (۳)

اس شعر میں ''مستور'' اور ''دستور'' الفاظ لا کر تجنیس لاحق سے اشعار کی جمالیات میں اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ الفاظ آپس میں ایک ایک حرف کا امتیاز رکھتے ہیں۔

شعر میں دو ایسے متجانس الفاظ لانا جو ماہیت، ترتیب اور حروف کی تعداد کے لحاظ سے یکساں ہو لیکن اعراب (زبر، زیر، پیش) میں ایک دوسرے سے مختلف ہو تو اسے تجنیس محرف کہتے ہیں۔ سعید اشعر کے ہاں تجنیس محرف کا استعمال بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ مثال ملاحظہ کیجیے:

؎ جانے کہاں سے، کب کوئی ظاہر ہوا اس لیے
اِس پار دیکھنا کبھی اُس پار دیکھنا(۴)

صنائع لفظی کی مختلف صنعتوں میں ایک صنعت تکرار لفظی ہے۔ تکرار دہرانے یا بار بار گردانے کو کہتے ہیں۔ سعید اشعر کے ہاں اس صنعت کا ہنر مندانہ استعمال دیکھنے کو ملتا ہے۔ تکرار لفظی کے حامل اشعار سے کلام کی موسیقیت اور آہنگ بڑھاتے ہوئے سعید اشعر قاری سے داد وصول کرتے ہیں:

؎ ہم ہوئے پھر جدا جدا یونہی
دل ہی دل میں خفا خفا یونہی(۵)

؎ خواب چنتا رہا میں بستی کے
مرحلہ مرحلہ گدا ہوا میں(۶)

درج بالا اشعار میں سعید اشعر نے الفاظ کے دو بار کے استعمال سے تکرار پیدا کی ہے۔ سعید اشعر بتاتے ہیں کہ میں اپنے گاؤں کے خوابوں کو تعبیر سے ہم کنار کرنے کے لیے ہر ساعت فقیر بنا رہا کہ کس طرح میں اپنے ان غریب ولاچار لوگوں کے خواب پوری کر سکوں۔ اس موضوع کے اظہار کے لیے جب تکرار لفظی کے صنعت کو استعمال میں لاتے ہیں تو ان کی بات کی خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہی وہ مہارت ہے جو کلام کی تاثیر میں اضافہ کرتا ہے جس سے پڑھنے والا محظوظ اور لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا گہرا اثر بھی لیتا ہے۔

لفظی تکرار شعر کی دلکشی اور شگفتگی میں نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔ اگرچہ عام حالات میں تکرار عیب کے زمرے میں آتی ہے مگر سعید اشعر نے فنی پختگی، چابک دستی اور ہنر مندی سے اسے حسن بخشا ہے۔ اس صنعت کے وسیلے انہوں نے اشعار کی دلفریبی میں اضافہ کر کے فنی صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔

صنعت سیاقۃ الاعداد اعداد و شمار سے متعلق ہوتی ہے۔ کلام میں جب اعداد کا ذکر کیا جائے تو اسے سیاقۃ الاعداد کہتے ہیں۔ شعرا عموماً روز مرہ کے مطابق اعداد کا استعمال کرتے ہیں یعنی دو چار، ایک آدھ وغیرہ۔ سعید اشعر نے بھی اس صنعت کا خاص اہتمام کیا ہے جس سے ان کے کلام کی حسن و خوبی بڑھ گئی ہے:

؎ دونوں جانب شرارے اڑتے ہیں
یہ فضا ساز گار کون کرے (۷)

شعر میں عدد (دو) لا کر سعید اشعر نے شعریت کے ساتھ ساتھ منظر نگاری کا جوہر بھی دکھایا ہے۔ لفظ "دو" پڑھتے ہی ذہن میں ایک تصویر ابھر جاتی ہے جو مذکورہ ماحول کی عکاسی کرتی ہے۔

؎ دل دکھانے کے طریقے ہیں ہزاروں لیکن
دل کو سمجھانے کی تدبیر بھی ہو سکتی ہے (۸)

درج بالا شعر کے مصرعہ اولیٰ میں "ہزاروں" کے لفظ نے شعر کی معنویت عطا کی ہے۔ اسی طرح سعید اشعر کی غزلوں میں سیاقۃ الاعداد کے متعدد نمونے ملتے ہیں۔ ملاحظہ کریں۔

؎ چاروں جانب تری تصویر بھی ہو سکتی ہے
یہ جو بینائی ہے زنجیر بھی ہو سکتی ہے (۹)

؎ ساتویں شعر تک میں آ پہنچا
کوئی مرضی کا قافیہ بھی نہیں (۱۰)

ذو قافتین سے مراد ہے دو یا دو سے زیادہ قافیوں والا۔ شعر میں جب دو یا دو سے زائد قوافی لائے جاتے ہیں تو اسے صنعت ذو قافتین کہتے ہیں۔ سعید اشعر کی شاعری میں اس صنعت کا بھی التزام کیا گیا ہے۔ مثال دیکھیے:

؎ میں نے دل سے اسے پکارا ہے
اس نے دل سے مجھے نکالا ہے (۱۱)

اس شعر میں "اسے"، "مجھے"، "پکارا"، "نکالا" قافیے ہیں۔ ایک اور مثال دیکھیے:

؎ جانے کیسا نیا یہ خطرہ ہے
آج دریا پہ سخت پہرہ ہے (۱۲)

"کیسا"، "دریا"، "خطرہ"، "پہرہ" بالترتیب دونوں مصرعوں میں قافیے ہیں۔

سعید اشعر کی غزلیات میں ایسے الفاظ بھی بآسانی مل جاتے ہیں جن میں ایک ہی مادے سے مشتق الفاظ کو شعر میں جمع کیا جائے۔ اس صنعت کا استعمال صناعی لفظی کا ایک جاذب اور پُر کشش اندازِ بیاں ہے۔ مثال دیکھئے:

؎ وہ تو قابض تھا مجھ پہ پوری طرح
بڑی مشکل سے میرا قبضہ ہوا (۱۳)

درج بالا شعر میں "قابض" اور "قبضہ" ایک ہی مصدر سے مشتق ہے۔ جن کو ایک ساتھ لا کر شعر کا حسن بڑھا دیا گیا ہے۔ اسی طرح سعید اشعر نے ایک اور غزل میں اس صنعت کے استعمال سے شعری لطف کو دوبالا کیا ہے۔

؎ گھومتی تھی یہ اپنی مرضی سے
آج دھرتی کو ہم گھمانے لگے (۱۴)

یہاں بھی "گھومتی" اور "گھمانے" کے الفاظ سے اشتقاق پیدا کیا گیا ہے۔

ترصیع کے معنی "مرصع کرنا" کے ہیں۔ جب ایک مصرعہ موزوں کیا جائے اور پھر دوسرے مصرعے میں پہلے مصرعے کے ہم وزن الفاظ بالترتیب لائے جائیں تو وہاں صنعت ترصیع کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر یعقوب عامر کے بقول:

"دونوں مصرعوں کے الفاظ کا علی الترتیب ایک دوسرے کے ہم وزن ہونے کو ترصیع کہتے ہیں۔(۱۵)

یعنی شعر کے دونوں مصرعوں کے الفاظ کا ہم وزن ہونا ترصیع ہے۔ اردو شعرا کے ہاں اس کے دلفریب اور اچھوتے انداز دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اسی طرح سعید اشعر کی غزلیات میں اس صنعت کا عنصر دکھائی دیتا ہے جو ان کے کلام کو ایک نئے رنگ و آہنگ سے آشنا کرتا ہے اور قاری کے ذہن و دل پر اپنا نقش چھوڑتا ہے۔ کلامِ سعید اشعر سے مثالیں ملاحظہ ہوں:

؎ کتنی سنجیدہ وہ لڑکی ہے
لیکن پیچیدہ وہ لڑکی ہے(۱۶)

؎ وہی بارش، وہی آنکھیں، نیا کیا ہے؟
وہی دریا، وہی جھیلیں، نیا کیا ہے؟(۱۷)

درج بالا اشعار کے دونوں مصرعوں کے الفاظ آپس میں ہم وزن ہیں۔ پہلے شعر کے پہلے مصرعے کا "کتنی" دوسرے مصرعے کے "لیکن"، پہلے مصرعے کا "سنجیدہ" دوسرے مصرعے کے "پیچیدہ" کا ہم وزن ہے۔ اسی طرح دوسرے شعر کے دونوں مصرعوں کے الفاظ بھی ہم وزن ہیں۔

تضاد سے مراد کلام میں دو یا دو سے زیادہ ایسے الفاظ لانا جو ایک دوسرے کے برعکس ہو۔ تضاد اس صنعت کا معروف نام ہے۔ غیر معروف ناموں میں طباق، تطبیق، تناقص، مطابقت اور تکافو شامل ہیں۔ سعید اشعر نے اس صنعت کو اپنے کلام میں اس خوبی سے برتا ہے کہ اظہار کی دلآویزی اور اور خیال و بیان کی لطافت میں نکھار پیدا ہو گیا ہے۔ ان کی شاعری سے چند مثالیں پیش خدمت ہیں جو اس صنعت کی دیدہ زیبی کو بخوبی نمایاں کرتی ہیں:

؎ در کشادہ ہو گیا ہے
تنگ رستہ ہو گیا ہے(۱۸)

اس شعر میں سعید اشعر نے "تنگ" اور "کشادہ" الفاظ لا کر معنویت پیدا کی ہے اور بہت ہی عام فہم انداز میں بڑا فلسفہ بیان کر ڈالا ہے کہ انسانی زندگی کے وہ لمحات جب بظاہر ایسا لگتا ہے کہ ہر دروازہ کھلا ہے، ہر منزل پانا آسان ہے لیکن صورت حال ایسی بن جاتی ہے کہ راستہ دشوار اور حالات کٹھن ہونے لگتے ہیں اور منزل تک پہنچنا اتنا بھی آسان نہیں ہوتا جتنا بظاہر دکھائی دیتا ہے۔ اسی طرح ایک اور شعر میں اس صنعت کے استعمال سے حسنِ اظہار کو کچھ یوں بڑھاتے ہیں:

؎ اتنا پیچیدہ تو نہیں ہوں میں
اک سوال اور اک جواب میں ہوں(۱۹)

''سوال'' اور ''جواب'' جو بظاہر ایک سادہ اور رائج الوقت قسم کا تضاد ہے لیکن سعید اشعر نے اس انداز سے تضاد کو شعر میں باندھا ہے جو قابل ستائش ہے۔ اکثر ہم دوسروں کو الجھی اور پیچیدہ شخصیت کے مالک سمجھتے ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے ان کو سمجھنا ہمارے بس کی بات نہیں لیکن سعید اشعر کہتے ہیں کہ آپ اگر ذرا بھی غور کریں گے تو آپ کو سوال کا جواب خود مل جائے گا اور جس کے بارے میں آپ الجھن کا شکار ہے اس کی پوری ذات کھل کر واضح ہو جائے گی۔ کوئی الجھاؤ، شک اور ابہام باقی نہیں رہے گا۔

کلام میں ایسے الفاظ لانا جن میں کوئی نہ کوئی نسبت موجود ہو لیکن یہ نسبت تضاد کی نہ ہو مثلاً آسمان کی مناسبت سے چاند، ستاروں اور سورج کا ذکر کرنا یا گلستان کی مناسبت سے شجر، پھول، پودوں، مالی وغیرہ کا ذکر کرنا۔ اس صنعت کے لیے تلفیق یا ایتلاف کے نام بھی استعمال ہوتے ہیں۔ سعید اشعر نے جن صنائع و بدائع سے اپنے کلام کی تزئین کا کام لیا ہے ان میں ایک مراعاۃ النظیر بھی ہے۔ وہ وہاں فکری گہرائی کے ساتھ ساتھ فنی چابکدستی اور مہارت کا بھی لوہا منواتے ہیں اور صناعات شاعری کی اہمیت کو بطورِ خاص ملحوظ خاطر رکھتے ہیں۔ انہوں نے دیگر صنائع معنوی کی طرح مراعات النظیر سے بھی اپنے کلام کی چمک دمک میں خوب اضافہ کیا ہے۔ ذیل میں ان کے کلام سے مثالیں پیش کی جا رہی ہیں:

ے چاند تاروں کے حوالے سب پرانے ہو گئے
آگ برساتا ہے سورج، آسمانِ زندگی (۲۰)

اس شعر میں ''آسمان'' کی مناسبت سے سورج، چاند اور تاروں کا ذکر کیا گیا ہے جو مراعاۃ النظیر کی بہترین مثال ہے۔ درج ذیل شعر میں ''دریا'' کی مناسبت سے زبردست الفاظ لائے گئے ہیں: شعر دیکھئے:

ے تری کشتی، ترا دریا، ترا طوفان کاغذ پر
تو ایسے میں بپھرنے والی موجیں کس نے دیکھی ہے (۲۱)

اس شعر میں دریا، کشتی، طوفان، موجیں ایسے الفاظ ہیں جن میں نسبت موجود ہے لیکن یہ نسبت تضاد کی نہیں ہے۔

عربی زبان کے لفظ تلمیح'' کے معنی ''اشارہ کرنے کے ہیں۔ شعرا و ادبا جب اپنی تخلیقات میں ماضی کے کسی قصے، روایت، قرآنی آیت و احادیث، تاریخی واقعات کے بیان کے لیے اس طرح کے الفاظ و تراکیب لائیں جسے پڑھ کر وہ پورا قصہ یا واقعہ ذہن میں پوری طرح ابھر آئے تو اسے تلمیح کہتے ہیں۔

سید عابد علی عابد "البدیع" میں اس کے متعلق رقمطراز ہیں کہ:

"شاعر اپنے کلام میں کسی مشہور مسئلے یا قصے یا اصطلاح کی طرف اشارہ کرے اور جب تک یہ اشارہ توضیح کا رنگ اختیار نہ کرے شعر کا صحیح مفہوم متعین نہ ہو۔"(۲۲)

دراصل تلمیح کم سے کم الفاظ میں پورا قصہ یا واقعہ اس ڈھنگ سے بیان کرنے کا نام ہے کہ ذہن میں اس کی پوری تفصیل تازہ ہو جائے۔ اردو ادب کے قلمکاروں نے اس صنعت کے استعمال سے نہ صرف اس صنعت ادب کے دامن کو وسعت و گہرائی عطا کی ہے بلکہ فنی، علمی، ادبی اور تاریخی شعور کو بھی اجاگر کیا ہے۔ سعید اشعر نے بھی اس صنعت کے وسیلے ماضی کے اوراق پلٹ پلٹ کر قارئین کے سامنے از سر نو پیش کیے ہیں۔ ان کی شاعری میں صنعت تلمیح پر مبنی اشعار کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ذیل میں مثالیں دیکھتے ہیں:

؎ کبھی مجنوں کبھی فرہاد کے قصے نمایاں ہیں
یہ صحرا کس نے دیکھے ہیں، یہ نہریں کس نے دیکھی ہیں(۲۳)

سعید اشعر نے اس شعر میں مشہور عشاق مجنوں اور فرہاد کا ذکر کر کے تلمیح پیدا کی ہے۔ یہ دونوں زمانہ مشہور عاشق ہیں جن کے حوالے سے ہم یہ بات سنتے آئے ہیں کہ انہوں نے اپنے عشق کو سچا ثابت کرنے کے لیے صحرا کی تیز تپش برداشت کی، نہروں کی کھدائی کی۔ شاعر تلمیح کو بنیاد بنا کر دراصل سماجی نفسیات پر طنز کرتے ہیں کہ لوگ قصوں، کہانیوں کو شوق سے سنتے ہیں، اس میں دلچسپی رکھتے ہیں مگر زندگی کے اصل حقائق سے بے خبر رہتے ہیں، اس پر غور نہیں کرتے۔ یہ ایک عام انسانی روش بن چکی ہے کہ جو سنتا ہے اس پر یقین کر لیتا ہے۔ اصل حقیقت کی کھوج نہیں لگاتا۔

اسی طرح ایک اور شعر میں ابراہیمؑ کے والد آزر کی تلمیح استعمال میں لاتے ہوئے شعر باندھتے ہیں کہ:

؎ نقش تیرے سنبھال رکھتی ہیں
گویا آزر یہ میری آنکھیں ہیں(۲۴)

اس شعر میں آزر کا ذکر تلمیح کا حوالہ ہے۔ آزر جو ایک بت تراش تھا۔ اس سے تشبیہ دیتے ہوئے شاعر کہتے ہیں کہ جس طرح آزر کو اپنا بنایا ہوا ہر بت یاد رہتا اور وہ اس کا خیال رکھتا تھا اسی طرح میری آنکھیں بھی تیرے چہرے کے ہر نقش کو حفظ کرتی ہیں۔ یہاں شاعر نے کمال خوبی تخلیق سے تلمیح کا عنصر استعمال کیا ہے۔ کلام سعید اشعر سے تلمیح پر مبنی کچھ اور اشعار ملاحظہ ہوں:

ے
آج کانٹے نہیں رستے میں
میرا دشمن علیل ہے شاید (۲۵)

ے
ہم بہتّر ہیں اور کافی ہیں
کیا ہوا کربلا مقابل ہے (۲۶)

اوپر درج پہلے شعر میں سیرت نبوی ﷺ کی ایک واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک بوڑھی عورت جو روز آپ ﷺ پر گند پھینکتی اور آپ کے راستے میں کانٹے بچھاتی تھی۔ ایک دن جب اس نے ایسا نہیں کیا تو آپ ﷺ کو تشویش ہوئی۔ معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ بوڑھی عورت بیمار ہے۔ آپ ﷺ ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر تشریف لے گئے۔ لہذا اس پورے واقعے کو سعید اشعر نے نہایت جامع انداز میں سادہ، آسان اور چھوٹے مصرعوں میں بیان کر ڈالا۔ دوسرا شعر واقعہ کربلا کی پس منظر میں کہا گیا ہے۔ جہاں حضرت امام حسینؓ اور ان کے بہتّر (۷۲) وفادار ساتھیوں نے اسلام کی سربلندی اور بقا کے لیے ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کیا تھا۔

سعید اشعر کی شاعری کے مطالعے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے صنعت تلمیح کو بنیاد بنا کر تاریخ کے بڑے بڑے واقعات جامع انداز میں قارئین کے سامنے پیش کیے ہیں۔ لف "لپیٹنے" اور نشر "پھیلانے" کو کہتے ہیں۔ کلام میں پہلے چند اشیاء کا ذکر کرنا اور پھر اس کی مناسبت سے چند دوسری چیزیں لانا۔ کلام کے جس حصے میں چیزوں کا ذکر کیا جائے وہ "لف" ہے اور جو حصہ لف کی مناسبت سے دوسری چیزوں پر مشتمل ہو وہ "نشر" ہے۔

مری نظر میں چمک رہا ہے، دمک رہا ہے
کہیں پہ جگنو، کہیں پہ تارا، سنو غزالہ (۲۷)

اس شعر کے پہلے مصرعے میں سعید اشعر نے "چمک" اور "دمک" کا ذکر بطور لف کیا ہے جبکہ اگلے مصرعے میں بالترتیب چمک کے مقابل " جگنو" اور دمک کے مقابل "تارا" کا ذکر بطور نشر کیا ہے۔یوں اس شعر میں صنعت لف ونشر مرتب کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے جس نے زیبائش حسن کو مزید بڑھایا۔

یہ وہ صنائع معنوی ہے جس میں اصل یا حقیقت سے واقفیت ہونے کے باوجود بے خبری کا اظہار کیا جاتا ہے۔یعنی تخلیق کار جان بوجھ کر کسی چیز، شخص، بات یا کسی نقطے کے بارے میں انجان بن کر بات کرتا ہے۔ شاعر کے اس عمل سے کلام میں لطف پیدا ہوتا ہے۔اس عمل میں شوخی اور شرارت کی جھلک بھی ہے کہ حقیقت جان کر بھی استفسار کیا جائے کہ معاملہ کیا ہے؟

سعید اشعر کے ہاں اس صنعت کا استعمال بھی اتنی ہی خوبصورتی سے کیا گیا ہے جتنا دیگر صنائع معنوی سے کلام کی تزئین و آرائش کی گئی ہے۔ سعید اشعر کا کمال یہ ہے کہ اس صنعت کے استعمال میں ان کی برجستگی ایک منفرد انداز میں سامنے آتی ہے۔ وہ بڑی سہولت کاری سے تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے قاری کو حیران کر دیتا ہے۔ان کی شاعری سے تجاہل عارفانہ کی دلکش اور پر کشش مثالیں پیش خدمت ہیں:

ے　　بعد مدت کے آئینہ دیکھا
کون یہ رُو بہ رُو نظر آیا(۲۸)

آئینہ دیکھتے ہوئے اپنا آپ ہی نظر آتا ہے لیکن یہاں شاعر فنکاری سے بے خبری کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں نے آج بہت عرصے بعد آئینہ دیکھا۔اس میں جو شخص نظر آرہا ہے میں اس کو نہیں جانتا، پتہ نہیں یہ کون ہے؟ حالانکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ میں ہی ہوں لیکن کلام کو اس طرح باندھا ہے جیسے ان کو کوئی خبر نہیں۔اسی طرح ایک اور شعر میں اس صنعت کا استعمال کچھ یوں کرتے ہیں:

ے　　صبح سے لے کے شام تک کس سے
زیر لب ہم کلام ہوتا ہوں(۲۹)

اس شعر میں بھی سعید اشعر کمال فن کا مظاہرہ کرتے ہوئے انجان بنتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ میں صبح سے شام تک کس سے باتیں کرتا رہتا ہوں؟اس شعر میں بھی تجاہل عارفانہ کی خوبی موجود ہے۔

ے　　زرا فرصت نہیں دیتا جسے ہم عشق کہتے ہیں

یہ دن کیسے نکلتا ہے، یہ راتیں کس نے دیکھی ہیں (۳۰)

اگر دیکھا جائے تو دن اور رات کے آنے جانے اور بدلنے کا علم ہر کسی کو ہوتا ہے یہاں تک کہ ایک عاشق کو بھی لیکن شاعر یہاں پر تجاہل عارف سے کام لیتے ہوئے کہتے ہیں مجھے عشق سے اتنی فراغت نہیں کہ میں دن رات کے نکلنے اور بدلنے کے بارے میں جان سکوں۔ لہذا اس شعر میں بھی یہ صنعت بخوبی موجود ہے۔

تذبیج طباق کی ایک قسم ہے۔ اس کے معنی "مزین کرنے" یا "نقش و نگار" کرنے ہیں۔ کلام میں جب رمز و اشارے کے وسیلے رنگوں کا کیا جاتا ہے تو اس کو "تذبیج" کہتے ہیں۔ اس میں یہ قید نہیں کہ رنگ کتنے اور کیسے ہونے چاہیے لیکن رنگ کا ایک سے زیادہ ہونا ضروری ہے اور ان میں تضاد یا تقابل کی صورت بھی پائی جاتی ہے۔ سعید اشعر اپنی شاعری میں صنعت تذبیج کا استعمال ایسے دلکش انداز میں کرتے ہیں کہ جس میں بیک وقت جمالِ بیان، مفہوم کی تہہ داری اور خیال کی نزاکت ہم آہنگ ہو جاتی ہے۔ مثال دیکھتے ہیں:

میں نے کپڑے سفید پہنے ہیں　　ے
ایک رستہ سیاہ چاہیے ہیں (۳۱)

یہاں "سفید" اور "سیاہ" میں تضاد موجود ہے۔ اور دونوں رنگ ہیں۔

علم بدیع کسی کلام کے لیے لازم تو نہیں تاہم اس کا استعمال کلام کی دلکشی میں اضافہ کرتا ہے اس لیے اس سے مکمل طور پر روگردانی ممکن نہیں۔ سعید اشعر کی غزلیات کے تجزیے سے یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ ان کی شاعری مختلف صنعتوں کے حسین اور دلکش امتزاج سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ وہ علمِ بدیع کو استعمال میں لاتے ہوئے لفظ و معنی کے قرینوں سے اپنی تخلیقات کو جمالیاتی وقار بخشتا ہے۔ ان کی شاعری میں فنی ریاضت اور مشق کی جھلک واضح دکھائی دیتی ہے۔ سعید اشعر اس بات سے بھی واقفیت رکھتے ہیں کہ محض فکر کی بلند پروازی کافی نہیں جب تک اسے لفظوں کے سلیقہ مند پیرایہ بندی کا سہارا نہ دیا جائے۔ یہی شعور ان کی فنی بلندی کا سبب ہے۔ ان کی شعری تخلیقات میں صنائع لفظی و معنوی کے دلکش نمونے ان کے جمالیاتی احساس کا پتہ دیتے ہیں۔ وہ صنعتوں کے بے جا استعمال سے پہلو بچاتے ہوئے نہایت باوقار انداز میں ہر صنعت کا بر محل استعمال کرتے ہیں۔ صنعتوں کا یہی موزوں استعمال ان کی شاعری کو لطافت و نزاکت عطا کرتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔مزمل حسین، پروفیسر، اردو میں علم بیان اور علمِ بدیع کے مباحث، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۲۰ء، ص۔ ۹۳

۲۔سعید اشعر، تاویل، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون، ۲۰۱۹، ص۔ ۱۴۸

۳۔ایضاً، ص۔ ۱۷

۴۔سعید اشعر، تاویل، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون، ۲۰۱۹، ص۔ ۱۱۲

۵سعید اشعر، میں اور میں، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون، ۲۰۱۹، ص۔ ۲۹

۶۔ایضاً، ص۔ ۳۳

۷۔سعید اشعر، میں اور میں، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون، ۲۰۱۹، ص۔ ۱۴۹

۸۔ایضاً، ص۔ ۲۸

۹۔ایضاً، ص۔ ۲۷

۱۰۔سعید اشعر، دائرہ دائرہ، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون، ۲۰۲۳، ص۔ ۱۶۷

۱۱۔ایضاً، ص۔ ۶۶

۱۲۔ایضاً، ص۔ ۱۵۴

۱۳۔سعید اشعر، دائرہ دائرہ، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون، ۲۰۲۳، ص۔ ۴۳

۱۴۔ایضاً، ص۔ ۴۲

۱۵۔یعقوب عامر، ڈاکٹر، درس بلاغت، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، پانچویں طباعت ۲۰۱۴، ص۔ ۹۵

۱۶۔سعید اشعر، تاویل، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون، ۲۰۱۹، ص۔ ۱۲۴

۱۷۔ سعید اشعر، میری غزل، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، مئی، ۲۰۱۷، ص۔۹۰

۱۸۔ سعید اشعر، میں اور میں، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون، ۲۰۱۹، ص۔۱۱۱

۱۹۔ ایضاً، ص۔۱۳۴

۲۰۔ سعید اشعر، میں اور میں، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون، ۲۰۱۹، ص۔۶۷

۲۱۔ سعید اشعر، تاویل، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون، ۲۰۱۹، ص۔۱۴۷

۲۲۔۔ عابد علی عابد، سید، البدیع، علم و عرفان پبلشرز، لاہور، ۲۰۲۳ء، ص۔۲۲۵، ۲۲۶

۲۳۔ سعید اشعر، تاویل، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون ، ۲۰۱۹، ص۔۸۳

۲۴۔ سعید اشعر، میں اور میں، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون، ۲۰۱۹، ص۔۱۴۱

۲۵۔ سعید اشعر، دائرہ دائرہ، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون، ۲۰۲۳، ص۔۳۵

۲۶۔ ایضاً، ص۔۱۶۵

۲۷۔ سعید اشعر، میری غزل، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، مئی، ۲۰۱۷، ص۔۱۷۶

۲۸۔ سعید اشعر، روشنی گلابوں کی، ادب سرا، کراچی، ۲۰۰۷، ص۔۱۳

۲۹۔ ایضاً، ص۔۱۳۸

۳۰۔ سعید اشعر، تاویل، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون، ۲۰۱۹، ص۔۸۲

۳۱۔ سعید اشعر، تاویل، انحراف پبلیکیشنز، لاہور، جون، ۲۰۱۹، ص۔۱۱۶

References:

1. Muzammil Hussain, Professor, *Urdu Mein Ilm-e-Bayan aur Ilm-e-Badi' ke Mabahis* [Discussions on Rhetoric and Figures of Speech in Urdu], Fiction House, Lahore, 2020, p. 93.
2. Saeed Ash'ar, *Ta'weel*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2019, p. 148.
3. Ibid., p. 71.
4. Saeed Ash'ar, *Ta'weel*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2019, p. 112.
5. Saeed Ash'ar, *Main aur Main*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2019, p. 29.
6. Ibid., p. 33.
7. Saeed Ash'ar, *Main aur Main*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2019, p. 149.
8. Ibid., p. 28.
9. Ibid., p. 27.
10. Saeed Ash'ar, *Daira Daira*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2023, p. 167.
11. Ibid., p. 66.
12. Ibid., p. 154
13. Saeed Ashar, *Daira Daira*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2023, p. 43
14. Ibid., p. 42
15. Dr. Yaqoob Aamir, *Dars-e-Balaghat*, National Council for Promotion of Urdu Language, 5th Edition 2014, p. 95
16. Saeed Ashar, *Ta'weel*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2019, p. 124
17. Saeed Ashar, *Meri Ghazal*, Inhiraf Publications, Lahore, May 2017, p. 90
18. Saeed Ashar, *Main Aur Main*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2019, p. 111
19. Ibid., p. 134
20. Saeed Ashar, *Main Aur Main*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2019, p. 67
21. Saeed Ashar, *Ta'weel*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2019, p. 147
22. Abid Ali Abid, Syed, *Al-Badi'*, Ilm-o-Irfan Publishers, Lahore, 2023, pp. 225–226.
23. Saeed Ashar, *Ta'weel*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2019, p. 83.
24. Saeed Ashar, *Main aur Main*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2019, p. 141.
25. Saeed Ashar, *Daira Daira*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2023, p. 35.
26. Ibid., p. 165.
27. Saeed Ashar, *Meri Ghazal*, Inhiraf Publications, Lahore, May 2017, p. 176.
28. Saeed Ashar, *Roshni Gulabon Ki*, Adab Sara, Karachi, 2007, p. 13.
29. Ibid., p. 138.

30. Saeed Ashar, *Ta'weel*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2019, p. 82.
31. Saeed Ashar, *Ta'weel*, Inhiraf Publications, Lahore, June 2019, p. 116.